ڈاکٹر محمد رشید صاحب فاروقی ۔ نائیجیریا

اسلام کا تصوّر حلال و حرام

ارکان خمسہ کے بعد اسلام کے جملہ مباحث میں سے حلال و حرام کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے اس لئے کہ یہی فعل اور ترک کا معیار ہے۔ اسی سے فرد مسلم کی زندگی تشکیل پاتی ہے۔ اور اسی سے اسلامی معاشرہ دوسرے غیر اسلامی معاشروں سے امتیاز پاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو گذشتہ ادوار سے ثابت چلی آرہی ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ آج عقیدے کی گرفت ڈھیلی ہورہی ہے۔ اجتماعیت کے مختلف آراء و افکار نئے انداز سے انسانی ذہن کو مغلوب کر رہے ہیں موجودہ مادی ترقی کے گھمنڈ میں انسان احکام خداوندی کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ مختلف آزاد سوسائیٹیوں کے اختلاط سے بعض مسلمان بزعم خویش "وسیع النظر" ہوکر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کو بڑی جرأت سے پامال کر رہے ہیں۔ باعمل مسلمانوں کو "تنگ نظر" کہہ کہہ اپنے ترنوت کے لئے وجہ جواز پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک موجودہ "دورِ نور" اور "دورِ حریت" میں اس طرح کے مسائل چھیڑنا ہی نامناسب ہیں۔ بقول ان کے یہ تو اس دور کی باتیں ہیں جب کہ انسان جہالت اور تاریکی میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اُس دور کے انسان کے لئے بے شک یہ باتیں ایک بہترین راہ نمائی تھیں۔ لیکن آج کا انسان جو علمی اور فنی لحاظ سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس طرح کی باتوں کا محتاج نہیں۔

لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کیا حلال و حرام کا مسئلہ دیگر قانونی مسائل کی طرح ایک قانونی مسئلہ نہیں جن سے نظام، حقوقِ انسانی اور صالح معاشرے کے تحفظ کی ضمانت ملتی ہے۔ اور جن کی حمایت ہمیشہ سے حکام کرتے رہے ہیں؟ قانون اور حریت انسانی میں کب تعارض رہا ہے؟ حقیقت میں حُریت انسانی کو تقویت قانون سے ہی ملی۔ لیکن جب بھی حریت قانون سے آزاد ہوئی انسانی معاشرہ فساد، ظلم و بربریت، لوٹ کھسوٹ اور خون ریزی کا شکار ہوا۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حقیقی "دورِ نور" تو وہی ہے جس میں حرمتیں محفوظ ہوں۔ انسان کی عزت و کرامت برقرار ہو۔ اور دولت و حکومت اخلاقی و روحانی بنیادوں پر استوار ہو۔ لیکن اگر ان تمام بنیادوں کو پائمال کیا جا رہا ہو۔ ہر طرف مطلق العنانیت کا دور دورہ ہو۔ حیوانیت انسان کا لبادہ اوڑھ کر زندگی میں مصروف ہو۔ انسان، انسان کے ہاتھوں لُٹ رہا ہو کسی کی جان محفوظ ہو نہ کسی کا مال۔ مادّی اوزار سے لیس

انسان کمزور ضعیف اور نہتے انسانوں کو تختۂ مشق بنا رہا ہو۔ تو ایسے دور کو روشنی کا دور کیسے کہو گے؟ ترقی اور حریت کا دور کیسے کہو گے؟ ہماری نظر میں تو یہی دورِ جہالت ہے ہم تو اسی دور کو ظلمتوں اور تاریکیوں کا دور کہیں گے۔ اگرچہ ظاہرہ طور پر اس دور کی راتیں دن کی روشنیوں سے زیادہ روشن ہوں۔ ہماری نظر میں تو یہی دورِ غلامی ہے اگرچہ آزادی اور حریت کے نعرے ہر چہار جانب سے سنائی دے رہے ہوں۔

حلال وحرام کا مسئلہ خالص قانونی مسئلہ ہے جو حریت انسانی کی ضمانت دیتا ہے اور انسانوں کے لئے اس کی حدود متعین کرتا ہے۔ اسی اہم مسئلے کی وجہ سے اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی کی برکت سے انسان کے سامنے واضح لائحہ عمل ہوتا ہے۔ حلال وحرام کا تصور ہی ہے۔ جس کے طفیل انسان نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کون سا عمل دنیا وآخرت کے اعتبار سے نفع بخش ہے اور کون سا غیر نفع بخش۔ اسی سے اچھائی وبرائی۔ نیکی اور بدی میں بھی تمیز کر سکتا ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اکمل الشرائع واعدل القوانین ہے۔ حلال وحرام کی تفصیلات دے کر انسان پر رحم کیا۔ دونوں جہاں کی تنگی اور تکلیف سے محفوظ کر کے ہر طور سے اس کی بھلائی کا انتظام کیا۔ حیرت کی بات ہے کچھ لوگ حلال وحرام کے تصور سے گھبراتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ سراسر باعثِ تکلیف ہے۔ اس میں شدت ہے۔ مشقت اور حرمان ہے۔ یہ تصور قطعاً غلط ہے یہ کلمات کفر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"[1]

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے۔ تمہاری تنگی اور تکلیف نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "احب الدین الی اللہ الحنفیۃ السمحۃ"[2] یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب دین حنفیت (اسلام) ہے جو آسان ہے۔

امام قسطلانیؒ الحنفیہ والسمحۃ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الحنفیۃ ای المائلۃ عن الباطل الی الحق والسمحۃ ای السھلۃ[3]

(یعنی حنفیت کا مطلب ہے وہ دین جو باطل سے حق کی طرف مائل ہے۔ اور السمحۃ کا مطلب ہے آسان)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت سے فرمایا:۔

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا (یعنی دین آسان ہے اور جو دین میں تشدد سے کام لیتا ہے تو وہ اسی پر غالب آتا ہے لہٰذا اعتدال کا راستہ اختیار کرو۔ قریب لاؤ۔ اور

---

[1] البقرہ آیت ۲۳ [2] صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ باب الدین یسر [3] شرح صحیح بخاری کتاب الایمان۔ باب الدین یسر

خوشخبری دو) امام قسطلانی لکھتے ہیں کہ فسددوا السداد سے ہے جس سے مراد توسط فی العمل ہے ۔یعنی افراط و تفریط کو چھوڑ کر توسط فی العمل کی پابندی کرتے رہو۔[۱]

حقیقت یہ ہے کہ دینِ اسلام نہایت ہی آسان ، قابلِ عمل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصی رحم فرمایا ہے کہ ایسا سادہ عام فہم اور سہل دین عطا کیا جو ہر طرح کی تنگی اور تکلیف سے منزہ ہے ۔سورہ الحج میں اللہ تعالیٰ کا خود اعلان ہے ۔

"وما جعل علیکم فی الدین من حرج" اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں۔

یعنی تمہاری زندگی کو ان تمام بے جا قیود سے آزاد کر دیا گیا ہے ۔جو پچھلی امتوں کو فقیہوں اور فریسیوں اور پاپاؤں نے عائد کر دی تھیں ۔نہ یہاں فکر و خیال پر وہ پابندیاں ہیں جو علمی ترقی میں مانع ہوں اور نہ عملی زندگی پر وہ پابندیاں ہیں جو تمدن اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ بنیں ۔ایک سادہ اور سہل عقیدہ و قانون تم کو دیا گیا ہے جس کو لے کر تم جتنا آگے جا ہو بڑھ سکتے ہو ۔یہاں جس مضمون کو ثبوتی و ایجابی انداز میں بیان کیا گیا ہے وہی ایک دوسری جگہ سلبی انداز میں ارشاد ہوا ہے کہ

یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم۔

یہ رسول ان کو جانی پہچانی نیکیوں کا حکم دیتا ہے ۔اور ان برائیوں سے روکتا ہے جن سے فطرتِ انسانی انکار کرتی ہے اور وہ چیزیں حلال کرتا ہے جو پاکیزہ ہیں ۔اور وہ چیزیں حرام کرتا ہے جو گندی ہیں اور ان پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے ۔اور وہ زنجیریں کھولتا ہے جن میں جکڑے ہوئے تھے ۔ (اعراف آیت ۱۵۷)

شریعتِ اسلامیہ میں حلال و حرام کے مسئلے پر تین پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے ۔

۱۔حلال ۔۲۔حرام ۔۳۔مشتبہات۔

جہاں تک پہلے دو یعنی حلال و حرام کا تعلق ہے وہ نصوصِ شرعیہ میں بالصراحت موجود ہیں ۔لیکن مشتبہات وہ امور ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح طور سے نصوص میں موجود نہ ہو ۔ایسے مشتبہ امور سے بچنا تقویٰ ہے ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

"الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی المشتبھات استبرأ لدینہ وعرضہ ، ومن وقع فی الشبھات استبرأ

---

[۱] ارشاد الساری [۲] تفہیم القرآن ۔سورہ حج حاشیہ ۱۳۰

لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات کراعی یرعی حول الحمی، یوشک ان یواقعہ۔ الا وان لکل ملک حمی الا ان حمی اللہ فی ارضہ محارمہ [1]

(یعنی حلال واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو کوئی ان سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی۔ اور جو ان مشتبہات میں پڑا تو اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنے مال مویشی کو کسی اور کی چراگاہ کے قریب چراتا ہے۔ جو کسی بھی وقت اس میں داخل ہو سکتے ہیں خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اور اللہ کی زمین پر اللہ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں۔)

آئندہ سطور میں حلال وحرام اور مشتبہات پر جدا جدا بحث کی جاتی ہے۔

حلال | امام غزالیؒ حلال کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"ھو الذی خلا عن ذاتہ الصفات الموجبۃ للتحریم فی عینہ وانحل عن اسبابہ ما تطرق الیہ تحریم او کراھیتہ۔ ومثالہ الماء الذی یأخذ الانسان من المطر قبل ان یقع علی ملک احد۔ ویکون ھو واقفا عند جمعہ واخذ من الھواء فی ملک نفسہ او فی ارض مباحۃ" [2]

(یعنی حلال وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ان تمام صفات سے خالی ہو جو تحریم کا موجب ہوتی ہیں نیز ان تمام اسباب سے بھی مبرّا ہو جن کی وجہ سے تحریم اور کراہیت اس کی طرف راہ پاتی ہیں۔ اس کی سب سے اچھی مثال وہ پانی ہے جسے کوئی بارش سے حاصل کرے۔ بشرطیکہ وہ کسی اور کے ملک میں پڑنے سے قبل ہوا سے ہی اپنے ملک یا کسی ارض مباح میں کھڑے ہو کر اُسے لے)

صاحب دائرۃ المعارف حلال کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

ھو ما اباحتہ الکتب والسنۃ لسبب جائز مباح۔ وفی الطریقۃ ما لابد فیہ من العلم ولا یکون فیہ شبھۃ کاکل ھدایا الملوک والسلاطین۔ وقد عرفہ البعض بانہ الذی قد انقطع عنہ حق الغیر۔ والحلال ضد الحرام لغۃً وشرعاً والحلال بین ھو الظاھر غیر المنافی المنصوص الدینیۃ۔ وعند المسلمین ھو ما نص اللہ تعالیٰ ورسولہ او اجمع المسلمون علی تحلیلہ بعینہ او جنسہ ومنہ مالم یعلم فیہ منع [3]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب فضل من استبرأ لدینہ [2] احیاء العلوم الدین ج ۲۔ ص ۸۲۷

[3] دائرۃ المعارف ج ۷، ص ۱۳۴۔

یعنی حلال وہ ہے جسے کتاب و سنت نے کسی جائز اور مباح سبب سے اس کو حلال قرار دیا ہو۔ نیز اس کی حلت پر علم بھی حاصل ہو جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا شبہ بھی نہ پایا جائے۔ جیسے بادشاہ اور سلاطین کے تحفے وتحائف ہوتے ہیں اور بعض کو بعض سے اس طور سے پہچانا جائے کہ اس سے دوسرے کا حق جدا کیا گیا ہو۔ اور حلال لغت و شریعت کے اعتبار سے حرام کی ضد ہے جو ظاہر اور باہر ہے۔ اور نصوص دینیہ سے کسی بھی صورت میں منافی نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حلال وہ ہے جس پر قرآن و سنت کی نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی بعینہٖ یا بجنسہٖ حلت پر سارے مسلمان متفق ہوں جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں منع نہیں آئی حلال ہے۔

القشانی نے بیان کیا ہے :-

اختلف فی تعریف الحلال فقیل هو مالم یعرف انه حرام ، وقیل هو ما عرف اصله والاول ارفق بالناس لا سیما فی هذا الزمان [۱]

یعنی لوگوں نے حلال کی تعریف میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا حلال وہ ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حرام ہے کسی نے کہا کہ حلال وہ ہے جس کی اصل معلوم ہو۔ پہلی تعریف زیادہ آسان ہے لوگوں کے واسطے اور خصوصاً موجودہ زمانے میں ، اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو قرآن و سنت نے ممنوع نہ کیا ہو وہ حلال ہیں جیسا کہ فقہا کا مشہور قول ہے

"الاباحة اصل فی الاشیاء" [۲] یعنی اباحت تمام اشیاء میں مسلمہ اصول ہے)

دوسرے الفاظ میں ہر چیز حلال ہے جب تک شریعت نے اسے ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ بعض فقہا نے اس اصول سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ ہر چیز ممنوع ہے جب تک شریعت نے اسے مشروع قرار نہ دیا ہو۔ لیکن یہ اصول ناقابل عمل ہے اور قرآنی ہدایات کے بھی خلاف ہے۔ [۳]

قرآن حکیم کا اعلان ہے :-

"هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ثم استوٰی الی السماء فسوّٰهن سبع سمٰوٰت و هو بکل شیٔ علیم" [۴]

یعنی اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف متوجہ

۱۔ بحوالہ مجلۃ الایمان۔ اپریل مئی ۱۹۶۶ء رباط [۲] نور الانوار ص ۱۹۷ [۳] بیسس آف شریعہ ص ۶۷

[۴] سورۃ البقرہ آیت ۲۹

ہوا تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"الم تروا ان الله سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض و اسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ و باطنۃ" [۱]

یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام لگائے تمہارے، جو کچھ ہیں آسمان اور زمین میں اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی [۲]

قرآن حکیم کے ان ارشادات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر چیز انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہے جس کا واضح مقصد یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز انسان استعمال کر سکتا ہے الآیہ کہ شریعت نے اسے ممنوع قرار دیا ہو۔

شریعت اسلامیہ نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں سے مشروع و ممنوع، حلال وحرام چیزوں کو صاف صاف بیان کیا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما احل الله فی کتابه فهو حلال، وما حرم فهو حرام. وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافیته فان الله لم یکن ینسیٰ شیئا. وتلا وما کان ربك نسیا۔ [۳]

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن حکیم) میں حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا تو وہ معاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت قبول کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولتے نہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وما ربک نسیا الخ

۲ حرام | حرام بین وہ ہے جس پر نص وارد ہوئی ہو۔ یا جس کی حرمت پر اجماع واقع ہوا ہو [۴]۔ امام غزالی حرام کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

والحرام المحض هو ما فیه صفة محرمة لا یشك فیها کالشدة المطربة فی الخمر و النجاسة فی البول او حصل بسبب منهی عنه قطعا کالمحصل بالظلم و الربا و نظائره [۵]

یعنی حرام محض وہ ہے جس کے اندر حرام کرنے والی صفت ہو اور اس میں کسی شک اور ریب کی بھی گنجائش نہ ہو۔

---

۱ سورہ لقمٰن آیت ۲۰ ۲ موضح القرآن ۳ الحاکم ۴ دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۴
۵ احیاء العلوم الدین، کتاب الحلال والحرام ج ۲ ص ۸۲۸

جیسے کہ شراب میں مستی ہے اور بول میں نجاست ہے یا کوئی چیز جو کسی قطعی ممنوع سبب سے حاصل کی گئی ہو مثلاً محصولات ظلم و ربا وغیرہ۔

امام غزالیؒ اموال حرام کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کوئی مال یا تو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہوتا ہے۔ یا اس کے اکتساب میں خلل پڑ جانے کی وجہ سے یہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر وہ جملہ اموال کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بتاتے ہیں۔

پہلی قسم | ان اموال کی ہیں جن کی ذات میں کوئی ایسی صفت موجود ہو جس کی وجہ سے وہ حرام ہو چکی ہوں مثلاً خمر اور خنزیر وغیرہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین پر اشیائے ماکولات تین طرح کی ہیں۔ یا تو یہ معدنیات میں سے ہوں گی جیسے نمک وغیرہ یا نباتات اور حیوانات میں سے۔

جہاں تک معدنیات کا تعلق ہے یہ زمین کے اجزا ہیں اور یہ وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہے ان میں سے کوئی بھی چیز حرام نہیں جب تک کہ اس کا کھانا مضر نہ ہو۔ جیسے بعض انہی میں سے زہر کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

نباتات میں سے وہی چیزیں حرام ہیں جو عقل صحت اور حیات کو زائل کرنے والی ہیں۔

لیکن حیوانات کی تقسیم دو طرح کی گئی ہے ایک وہ حیوان ہیں جو کھائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو کھائے نہیں جاتے۔ ان دونوں اقسام کی تفصیل کتاب الاطعمہ میں موجود ہے۔ جو حیوانات کھائے جانے والے ہیں وہ بھی تب حلال ہیں جب انہیں شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے۔ لیکن اگر شرعی طریقے سے انہیں ذبح نہ کیا جائے یا اپنی موت مر جائیں تو وہ بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں کوئی بھی جانور حلال نہیں سوائے مچھلی اور ٹڈی کے۔

دوسری قسم | ان اموال کی ہیں جو بذاتہ ہیں لیکن جب ان کے اکتساب میں غیر شرعی اور منہی عنہ ذرائع استعمال کئے جائیں۔ تو یہی اموال حرام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً معادن۔ مال فئی۔ غنیمت۔ زکوٰۃ۔ وقف و نفقہ۔ بیع و اجارہ ہبہ و وصیہ، صدقہ اور میراث سارے اموال بذاتہ حلال ہیں۔ لیکن ہر ایک کے حصول کے لئے شریعت اسلامیہ نے کچھ ضوابط دئے ہیں جن میں خلل پڑ جانے سے یہ سارے اموال حرام ہو جاتے ہیں[1] (باقی)

---

[1] مذکورہ بالا بحث احیاء العلوم کے کتاب الحلال والحرام کے باب" اصناف الحلال ومدخلہ" کا خلاصہ ہے تفصیل کیلئے احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۸۱۷/۸۲۰

خط و کتابت
کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایئے۔ (ادارہ)

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

“ولباس التقوٰی ذٰلک خیر”

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ